

محبت ممکن ہے



ماہینہ شیخ قریشی



<https://primeurdunovels.com/>

محبت مومن ہے

ماہین شیخ قریشی

باب اول:

کچھ تو ہے مستور

کاش-----

کہ وقت کا پلٹ جانا آسان ہوتا

دل کا بہل جانا آسان ہوتا

ماضی کا بھول جانا آسان ہوتا

زخمی دل کا سنبھل جانا آسان ہوتا

غم کو پی جانا آسان ہوتا

سچ کو سہہ جانا آسان ہوتا
کھل کے مسکرانا آسان ہوتا
اے کاش، کہ جینا آسان ہوتا

M.S_Qureshi~

☆☆☆☆☆☆☆☆

ناجانے وہ رات کا کون سا پہر تھا۔ یا شاید وہ صبح تھی۔ وہ اندازہ نہیں لگا سکی۔ اس کی بصارت دھندلا رہی تھی۔ سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ اسے شور سنائی دے رہا تھا۔ شاید۔۔ شاید کوئی لڑ رہا تھا۔ تبھی اچانک اس نے گولی چلنے کی گرجدار آواز سنی۔ وہ کانپ سی گئی۔ مگر دماغ اب بھی سوئی سوئی سی کیفیت میں تھا۔ اس نے خود پر جبر کر کے بھاگ جانے کی کوشش کی لیکن یہ کیا۔۔۔۔ وہ حرکت نہ کر سکی۔ اسے محسوس ہوا کہ وہ بندھی ہوئی ہے۔ وہ زمین پر بیٹھی تھی۔ اس کے ہاتھ پیچھے کی طرف رسیوں سے جکڑے ہوئے تھے۔ اب اسے آدمیوں کے کراہنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ شاید کسی نے ان ہی پر گولی چلائی تھی۔ لیکن کیوں۔۔ اور وہ یہاں آئی کیسے۔۔۔ وہ تو ایک دوست سے ملنے گھر سے نکلی تھی۔ ہاں۔۔ اسے یاد آرہا تھا۔۔ کسی نے اس کے سر کے پیچھے کوئی بھاری چیز دے ماری تھی۔ پھر کیا ہوا۔۔ اسے یاد نہیں۔ اسے کسی لڑکی کے چیخنے کی آوازیں بھی سنائی دیں۔ وہ آواز خوف سے خالی تھی۔ وہ کون تھی۔ یہ کیا ہو رہا تھا۔ وہ کچھ بھی جرب نہیں کر پارہی تھی۔ اچانک اسے محسوس ہوا کوئی اس کے قریب آبیٹھا ہے۔ اس نے سہم کر ٹانگیں مزید سیٹھ لیں۔ "سنو۔۔ کیا تم ٹھیک ہو؟" یہ نسوانی آواز تھی۔ وہ اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے نرمی سے پوچھ رہی تھی۔ "نام۔۔ تمہارا نام کیا ہے؟" پس منظر

خوشخبری

اگر آپ لکھ سکتے ہیں اور اپنے اندر کے لکھاری کو باہر لانا چاہتے ہیں تو لکھاری آن لائن میگزین آپ کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بہت اچھا پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ لکھاری آن لائن میگزین کا حصہ بنئے اور آج ہی اپنی تحریر (افسانہ، ناول، ناولٹ، کالم، مضامین، شاعری) اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ آپ کی کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتے کے اندر ہمارے سب ویب بلاگز (ویب سائٹس) اور سوشل میڈیا گروپس اور پیجز پر پبلش کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ابھی رابطہ کریں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUSSION

سے کراہنے کی آوازیں اب بھی آرہی تھیں۔ "آ۔۔ آنیہ۔۔ آنیہ ابراہیم" اس نے خود کو کہتے سنا۔
 "آنیہ۔ گھبراؤ مت۔ تم میرے ساتھ چل رہی ہو۔ تم اب محفوظ ہو۔" وہ لڑکی اب اسے آزاد کرتے
 ہوئے کہہ رہی تھی۔ "کک۔۔ کون ہو تم۔۔ کیوں میری مدد کر رہی ہو؟" اس نے لڑکھڑاتی آواز میں
 پوچھا۔ دماغ اب کچھ کچھ جاگنے لگا تھا۔ "تم میرے ساتھ چل رہی ہو۔ تم اب محفوظ ہو" اس نے بات
 دہرائی اور آنیہ کو سہارا دے کر اٹھایا۔ اس سیاہ اندھیری رات میں واحد چیز جو آنیہ نے دیکھی وہ اس
 مہربان لڑکی کی غزال آنکھیں تھیں۔ اس نیم بے ہوشی میں بھی وہ قسم اٹھا کے کہہ سکتی تھی کہ اس
 نے ایسی خوبصورت آنکھیں پہلے کبھی نہیں دیکھیں۔ کون جانے وہ کون تھی۔۔۔



ہماری کہانی شروع ہوتی ہے اپریل کی ایک گرم صبح سے جب کڑکتی دھوپ نے سید ہاؤس پر ڈیرا جمایا
 تھا۔ اسے یونیورسٹی جاتے ڈیرہ سال ہو چکا تھا۔ آج ویک اینڈ پر بھی وہ روز کی طرح تیار ہوئی تھی۔
 لمبے بھورے بال، خوبصورت غزال آنکھیں، باین گال پر تل اور گوری گلابی سی رنگت۔ وہ بلاشبہ حُسن
 کی مثال تھی۔ بالوں کو عادتاً آدھا اونچی پونی میں باندھے وہ آئینے کے سامنے کھڑی کا جل لگا رہی تھی۔
 ہلکے نیلے رنگ کا سوٹ پہنے دوپٹہ دائیں کندھے پہ لیے کھڑی تھی جب اس کے کمرے کا دروازہ
 زوروں سے بجنے لگا۔ "آرہی ہوں۔" وہ کا جل لگاتے ہوئے قدرے اونچی آواز سے بولی۔ دروازہ بدستور
 بچتا گیا۔ اما یا نے کڑوا سا منہ بنا کے کا جل واپس رکھا اور تیزی سے چل کر دروازہ کھولا۔ سامنے کھڑے
 نوار کو دیکھ کر اس کا اور خون کھولنے لگا۔ جینز پر سبز رنگ کی ٹی شرٹ پہنے اس کا دو سالہ چھوٹا

بھائی وہاں ادب سے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ "آپ کے سنگھار پورے ہو گئے میڈم؟" اس نے ہاتھ باندھے ہوئے ہی مسکرا کر پوچھا۔

"کیا جنگِ عظیم سوئم شروع ہو گئی ہے جو یوں دروازہ پیٹ رہے ہو۔ کیا مسئلہ ہے؟" وہ برس پڑی تھی۔

"خدا کا نام لیں آپا دس بج رہے ہیں۔ اب بھی اگر میں نا آتا تو اٹاں نے جوتا یا بیلن لے کر ہی آنا تھا" یوسف کا تو دل ہی ٹوٹ گیا۔ مطلب کہ کوئی قدر ہی نہیں؟

"اٹاں کو تو ویسے ہی شوق ہے ہٹلر بننے کا۔" اس کی بڑبڑاہٹ اتنی اونچی تھی کہ وہ سن چکا تھا۔

"کیا۔۔ آپ اٹاں کو ہٹلر کہہ رہی ہیں۔ بتاؤں جا کر انھیں۔" وہ شیطانی مسکراہٹ لیے پوچھ رہا تھا۔ امایا کے تو سر پہ لگی۔

"اٹاں کو بتاؤ گے تم ہاں۔۔" وہ اپنا پاؤں ذرا سا اونچا کر کے سلپر اتارنے لگی۔ ایک ہاتھ سے اب بھی دروازے کو پکڑ رکھا تھا۔ "تم کیا اٹاں کو بتاؤ گے۔۔ رکو ذرا میں بتاتی ہوں تمھیں۔" انداز جارحانہ تھا۔

لیکن اس سے پہلے کے ہوائی حملہ کامیاب ہوتا وہ ہوا کی رفتار سے بھاگ چکا تھا۔ امایا کے ہاتھ میں موجود سلپر نے افسوس سے اسے بھاگتا دیکھا تھا۔ وہ ڈریسنگ تک واپس آئی تو کچھ دیکھ کر ٹھٹکی۔ نظر ایک کونے میں رکھی انگوٹھی تک گئی۔ سرخ پتھر والی خوبصورت انگوٹھی۔ اس کے آبرو تن گئے۔

ناجانے کتنے دن سے وہ یونہی ایک کونے میں پڑی تھی۔ ہر بار جب وہ غزال آنکھیں اس سرخ پتھر کو دیکھتیں تو دل میں درد سا اٹھتا۔ اس نے پھینکنے کے انداز میں انگوٹھی دراز میں ڈالی اور کمرے سے باہر

نکل گئی۔ وہ بار بار پھینکنے کا سوچ کر اسے نکالتی لیکن یو نہی کونے میں رکھ دیتی۔ کچھ تو تھا جو اسے وہ انگوٹھی کوڑے میں پھینک دینے سے روکتا تھا۔۔۔



اس دوپہر انصاری ولا ہمیشہ کی طرح اپنی پوری شان سے کھڑا تھا۔ لیکن خلاف معمول آج یہاں الگ سی گہما گہمی مچی تھی۔ انور اور عمارہ کے اس خوبصورت کمرے میں وہ دونوں تمہیں یہاں سے وہاں بھاگتے نظر آئیں گے۔

"کیسی پھوڑ بہن عطا کی ہے مجھے اللہ نے۔ دیکھو ذرا تم نے لائیٹس بھی ٹھیک سے نہیں لگائیں۔" وہ سیاہ جینز پر میرون پولو شرٹ پہنے کھڑا تھا۔ بال عادتاً ماتھے پہ بکھرے تھے۔ اس کے لہجے میں افسوس اور سنہری آنکھوں میں شرارت تھی۔

"شہیر بھائی یہ آپ ہی لگائیں۔ میرا ہاتھ نہیں پہنچ رہا اتنا اوپر۔" وہ گلابی رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھی اور انھیں بار بار ٹھیک کر کے تھک چکی تھی۔

"کرن میں نے تم سے کتنی بار کہا ہے کوم پلان پیا کرو۔ یا کم از کم پنکھے سے ہی لٹک جایا کرو یا شاید ذرا لمبی ہو جاؤ تم۔" وہ لائیٹس ٹھیک سے لگاتا سنجیدگی سے سمجھا رہا تھا۔ کرن نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ اس کا چہرہ سرخ ہونے لگا۔

"بھائی میں انسان ہوں ربڑ بینڈ نہیں۔" اس کے یوں بولنے پر وہ گردن پیچھے ہینک کے ہنس دیا۔

"اچھا یہ بتاؤ تمھاری ڈیڈ سے بات ہوئی یا نہیں۔ آفٹر آل میں نے ان کی اینیورسری کی اتنی اچھی تیاری کی ہے۔" انگلی کے پورے سے آنکھ کے کنارے پہ آئی نمی صاف کرتا وہ جتانے والے انداز میں بولا۔ "ہم نے تیاری کی ہے۔" اس نے "ہم" پر زور دے کر کہا۔ "اور جی میری بات ہوئی تھی۔ وہ اور ماما اسلام آباد سے نکل چکے تھے۔ اب تو بس پہنچتے ہی ہوں گے۔" اور تبھی گاڑی کے ہارن کی آواز سنائی دی۔ ان دونوں نے کرنٹ کھا کے ایک دوسرے کو دیکھا اور ایک طائرانہ نظر کمرے پر ڈال کے باہر کی طرف دوڑے۔ چند سیکنڈز بعد وہ دونوں اندر داخل ہوتے دکھائی دیے۔ سفید ہلکے کام والا سوٹ پہنے عمارہ اور خاکستری سوٹ پہنے باوقار سے انور انصاری۔

"ویلم ہوم۔" کرن چہکتی ہوئی بولی۔ رسمی علیک سلیک کے بعد کرن نے آگے بڑھ کے اپنے باپ کی کہنی تھامی۔ "ڈیڈ۔۔" وہ معصومیت سے بولی۔ انور گٹھنوں کے بل بیٹھ گئے۔

"بولو بیٹا۔ پھر کچھ کیا ہے کیا تمھارے بھائی نے؟" ان کے اس قدر اطمینان سے بولنے پر شہیر نے پوری آنکھیں کھول کے انھیں دیکھا۔

"یہ لڑکی کسی دن مجھے گھر سے نکلوائے گی۔" وہ بڑبڑایا تھا۔

"آپ وکیل ہیں ناں۔" انھوں نے مسکرا کے اثبات میں سر ہلایا۔ "اپنے اس بیٹے پر کیس کر دیں۔ مجھے بہت تنگ کرتا ہے۔" اس کے ایسے معصوم انداز پہ شہیر سمیت سب ہنسنے لگے۔ وہ انیس سال کی تھی۔ لیکن انداز اب بھی چھوٹے بچوں جیسا تھا۔

"ڈرامے بازی بعد میں کرن اب انھیں آرام کرنے دو۔" وہ دونوں اب اپنے کمرے کی طرف جا رہے تھے۔ اور پھر دروازہ کھولتے ہی چونک سے گئے۔ کمرہ خوبصورتی سے سجا تھا۔ درمیان میں ایک شیشے کی

"کم آن ماما کم آن ڈیڈ ہم اور انتظار نہیں کریں گے۔" کرن نے جلدی سے آگے بڑھ کے ان کے ہاتھ میں چھری تھمائی۔ اب وہاں تالیوں کی گونج تھی۔ مسکراہٹیں تھیں۔ لیکن اگر جو تم غور کرو تو جانو کہ سنہری آنکھوں میں کچھ ادھورا سا تھا۔ کچھ ایسا جس کے نا ہونے سے وہ نامکمل تھا۔-----



"ہاں زامیہ پھر کیا خیال ہے۔ ہاں کر دیں نورہ کو امایا کے رشتے کے لیے۔" آرب شاہ کے اس جملے نے مانو امایا کے کانوں میں سیسہ انڈیلا ہو۔ اس کا ہاتھ ہوا میں معلق رہ گیا۔ وہ ٹلٹکی باندھے اپنے ماں باپ کو دیکھنے لگی۔

"اگر میرا بھانجا امایا سے شادی کرنا چاہ رہا ہے تو میں بھلا کیوں انکار کروں۔ ویسے بھی نورہ میری بڑی بہن ہے۔ انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔" وہ مطمئن تھیں۔ امایا کی آنکھوں میں کرچیاں بکھرنے لگی۔ لیکن یہ طے تھا۔ وہ ان کے آگے دوبارہ کبھی نہیں روئے گی۔

"بابا ایک بار آپا سے پوچھ تو لیں۔" یوسف کو یہ سب ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ "بابا آپ جانتے بھی ہیں کہ وہ حارب کس قسم کا۔۔۔۔۔ اس کی بات نہیں ہو سکی۔"

"تم خاموش ہو جاؤ یوسف۔ اگر وہ اچھا نہیں ہے تو تمہاری بہن کو نسا دودھ کی دھلی ہے۔ جیسی یہ ہے اس کو ویسا ہی شوہر ملے گا۔" وہ اور بھی بہت کچھ بولتیں لیکن آرب نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں خاموش کروایا۔

"کیا تم راضی ہو امایا؟" ہلکی مگر سرد آواز میں سوال ہوا۔ امایا نے کانپتے ہاتھوں سے گلاس واپس رکھا اور ہمت مجتمع کر کے بولی تو صرف اتنا۔

"مجھے دو سال کا وقت دیں بابا۔ میں پہلے پڑھائی مکمل کرنا چاہتی ہوں۔" وہ جانتی تھی۔ اس کا انکار اسے بچا نہیں پائے گا۔

"ہوں۔۔ ٹھیک ہے لیکن۔۔" وہ رکے۔ "میں تمہیں دو سال نکاح کے لیے دے رہا ہوں۔ تمہاری منگنی اگلے ماہ کی دس تاریخ کو ہے۔ اور تم اس کے لیے خود کو تیار رکھو گی۔ سمجھیں؟" آخری جملہ کچھ اس انداز سے کہا گیا کہ امایا کی روح تک کانپ اٹھی۔ بہت سے آنسو اندر اتارتے ہوئے اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس کے سر میں ایک بار پھر سے شدید درد ہونے لگا تھا۔ نا جانے قسمت کو کیا منظور تھا۔



اب ان سب کو کچھ وقت کے لیے یہاں چھوڑ کر کیا تم تین سال پیچھے کا سفر طے کرنا چاہو گے؟ یہ Excellence Academy کا ایک منظر تھا۔ اس کلاس میں دو طرف بیچ قطار کی سورت لگے تھے۔ درمیان میں چلنے کی جگی خالی چھوڑی گئی تھی۔ اگر تم آنکھیں ذرا چھوٹی کر کے غور سے دیکھو تو تمہیں لڑکیوں کی قطار میں وہ سیاہ کرتے پر سیاہ حجاب لیے بیٹھی نظر آئے گی۔ اس کا چہرہ کتاب پر جھکا تھا۔ آج ایک استاد کی غیر حاضری کی وجہ سے ان کے سینئرز یہیں موجود تھے اور اسے ان کے شور کی وجہ سے سخت کوفت محسوس ہو رہی تھی۔

"شش شش۔۔ مایا۔۔ بات تو سنو یا۔۔" اس کے ساتھ بیٹھی لڑکی کہنی مارتے ہوئے اسے بلا رہی تھی۔ "مجال ہے جو مجھے سکون سے ایک لفظ بھی پڑھنے دو تم امل۔ بولو کیا بات ہے۔" وہ واقعی تنگ آچکی تھی۔

"یار میں نے تمہیں بتایا تھا ناں میرا ایک دور کا کزن یہاں پڑھتا ہے۔ اور۔۔"

"اور تمہارے خاندان کی سب لڑکیاں اس پر مرتی ہیں لیکن وہ بہت سیلف آبسید بندہ ہے۔ اور۔۔"

اور کسی لڑکی کو نظر اٹھا کے نہیں دیکھتا۔ وہی نا؟" اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی اماہارٹے رٹائے سبق کی طرح سب بول گئی۔

"ہاں۔۔ وہی۔۔ اصل میں۔۔" اس کی بات پھر ادھوری رہ گئی۔ اب کے پچھلے بیچ پر بیٹھی لڑکی نے اماہارٹے کو آواز دی۔

"امایا۔۔ وہ دیکھو سامنے۔۔ وہ لڑکا تمہیں کب سے دیکھ کر ہنس رہا ہے۔" یہ محوش تھی۔ جینز پر سرخ ٹاپ پہنے وہ آنکھوں کے اشارے سے اسے بتا رہی تھی۔ امایا نے چونک کر سامنے دیکھا۔ سنہری آنکھوں والا وہ لڑکا ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھ رہا تھا۔ امایا کے سر اٹھاتے ہی وہ فوراً سیدھا ہو بیٹھا۔

"میرے منہ پہ کیا لطیفے لکھے ہیں جو مجھے دیکھ کے ہنس رہا۔۔" وہ رکی۔ پھر پلٹ کر محوش کو دیکھا۔ "ارے یار محوش، یہ تو تمہارا کرش ہے ناں۔" وہ مزے سے پوچھنے لگی۔ محوش ہڑبڑا کے رہ گئی۔ (اسے کیسے معلوم ہوا؟) "ایک بار آنکھ مارنی تھی یار مجھے چھوڑ کے تمہیں ہی دیکھتا رہتا وہ۔ کوئی کم خوبصورت تھوری ہو تم۔" وہ ہنسی دبائے بولی چلی جا رہی تھی جب امل نے اس کے پاؤں پر زور سے جوتا مارا۔ وہ کراہ کے سیدھی ہوئی۔ امل اس کو گھور رہی تھی۔

"مجھے کھا جانے کا ارادہ ہے کیا؟" امل اس کے کان کے قریب جھکی اور بولنا شروع کیا۔ "جانتی ہو مایا۔۔ میرا کزن کل پہلی بار خود چل کے میرے پاس آیا تھا۔" وہ بول رہی تھی۔ امایا دلچسپی سے سننے لگی۔ "میں حیران تھی آج یہ معجزہ کیسے ہو گیا اور پھر معلوم ہوا کہ۔۔ کہ معجزے کی وجہ تم ہو۔" امایا کرنٹ کھا کے پیچھے ہوئی۔

"کیا کہنا چاہتی ہو تم۔؟" وہ سنجیدہ ہو چکی تھی۔

"وہ تمہیں پسند کرتا ہے مایا۔ اور تم وہ پہلی ہو جو اس کو بھاگتی ہے۔" امایا نے یہ الفاظ جرب کرنے کی کوشش کی۔ کوئی اور ہوتا تو اسے حیرانی نا ہوتی لیکن شہیر کے قصے وہ صرف امل سے نہیں اس کے گھر والوں سے بھی سن چکی تھی۔ "اور میڈم ابھی جس کو آنکھ مارنے کے مشورے تم اس محوش کو

دے رہی تھی ناں۔۔ وہی میرا کزن ہے، شہیر۔ شہیر محمد انصاری۔ "وہ بات ختم کر چکی تھی۔ اما یا نے ایک نظر شہیر کو دیکھا اور پھر اہل کو۔ گہری سانس لی اور بولنا شروع کیا۔

"تمہارا کزن واقعی تعریف کے قابل ہے اہل لیکن۔۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"لیکن کیا؟" وہ جانتی تھی جواب کیا ہوگا۔

"اسے بتاؤ کے اس کے سامنے سیدا اما یا آر ہے۔ اور اما یا کو شہیر سمیت کسی لڑکے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ کبخت دیکھو تو کتنا شور مچا رکھا ہے سب نے۔" وہ اپنی ٹون میں لوٹ آئی تھی۔ اہل مسکرا دی۔ اسے اس ہی جواب کی توقع تھی۔ وہ اپنی دوست کو پہچانتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ اکیڈمی سے تھکی ہاری گھر آئی تھی۔ طبیعت عجیب سی ہو رہی تھی۔ اس نے لاونج میں موجود صوفے پر بیگ رکھا اور خود بھی گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گئی۔ سر صوفے کی پشت سے ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔ زامیہ نے اسے یوں بیٹھے دیکھا تو پریشان سی دوڑتی ہوئیں اس تک آئیں۔

"کیا ہوا بیٹا۔ طبیعت ٹھیک ہے نا تمہاری؟" وہ اس کا ماتھا چھو رہی تھیں۔ وہ خاموش رہی۔ "اف اما یا بیٹا تمہیں تو بخار ہو رہا ہے۔" وہ پریشان ہو گئیں تھیں۔

"میں ٹھیک ہوں اماں بس ذرا تھکاوٹ ہو رہی ہے۔" اس نے آنکھیں کھول کر مسکراتے ہوئے تسلی دی۔

"نہیں۔ تم اٹھو اپنے کمرے میں چلو۔ میں دوا لے کر آتی ہوں۔ تم جب تک ٹھیک نہیں ہوگی مجھے سکون نہیں ملے گا۔" اما یا ہنسنے لگے۔

"اچھا اچھا پریشان تو ناں ہوں۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

"تمہارے بابا رتھیں یوں بیمار دیکھ لیں گے تو مجھ سے زیادہ پریشان ہوں گے۔ ان کے آنے سے پہلے ٹھیک ہو جانا۔" وہ اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے محبت سے بولیں۔ وہ ان کی اور آرب کی لاڈلی تھی۔ یوسف اکثر کہا کرتا تھا کہ میں تو سوتیلا ہوں۔ ایک یہی سگی ہے آپ کی۔ لیکن کسے پتہ تھا۔ کب قسمت کیا دکھا دے؟



بہار کے موسم کا لطف اٹھانے وہ دونوں آج اس باغ میں موجود تھیں۔ سرمئی مائل نیلے لباس میں ہم رنگ حجاب لیے امایا اور ساتھ زرد لباس پہنے چلتی امل۔ وہ دونوں مسلسل باتیں کرتی چلتی چلی جا رہی تھیں جب سامنے سے ایک شخص کو آتا دیکھ کر ٹھٹھک کر رکیں۔ وہ اب ان کے قریب آکھڑا ہوا تھا۔ سیاہ جینز پر سیاہ شرٹ پہنے وہ پہلے سے زیادہ پرکشش لگ رہا تھا۔

"تم یہاں کیسے، کزن؟" وہ امل سے پوچھ رہا تھا۔ امایا کو اس نے اب تک نہیں دیکھا تھا۔ "پہلی بار تھوری آئی ہوں جو تم تفتیش شروع کر رہے ہو۔" وہ بھی اپنے نام کی ایک تھی۔ وہ مسکرا دیا۔ دائیں گال کا گڑھا واضح ہوا۔

"آپ کیسی ہیں امایا۔ سنا ہے مجھ سے ملے بغیر ہی مجھے ریجیکٹ کر چکی ہیں۔" وہ یونہی مسکراتا ہوا عام سے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ امل اس منظر سے غائب ہو جاتی اگر امایا نے اس کا ہاتھ نہ پکڑ رکھا ہوتا۔ "میں تم سے مل کر بھی تمہیں ریجیکٹ ہی کرتی شہیر۔" وہ سکون سے بولی۔ وہ اب بھی ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھے گیا۔ تبھی امل کا فون بجنے لگا۔ اب کے امایا نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ ذرا فاصلے پر آئی اور کال ریسیو کی۔ کوئی انجان نمبر تھا۔

"میں جانتا ہوں اما یا آپ اب بھی مجھے ریجیکٹ ہی کریں گی۔ اور اسی لیے میں اس بارے میں دوبارہ بات نہیں کروں گا۔" اس کا لہجہ اٹل تھا۔ اما یا نے سکون کا سانس لیا۔

"لیکن میں یہ ضرور چاہوں گا کہ میری آپ جیسی ایک دوست تو ضرور ہو۔ اس پر تو کوئی مسئلہ نہیں ناں؟" وہ آہستگی سے بول رہا تھا۔ نرم اور معصوم لہجہ۔

ان سے ذرا فاصلے پہ کھڑی امل ہیلو ہیلو کرنے کے بعد فون کاٹ چلی تھی۔ دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ وہ واپس آتی اس سے پہلے پھر سے فون بجنے لگا۔

"مجھے دوستی سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" اس نے کندھے اچکائے۔ وہ دوستی کے معاملے میں اتنی تنگ نظر نہیں تھی۔ شہیر نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اپنی جیب سے ایک سیاہ مخملی ڈبی نکالی اور اس کی جانب بڑھائی۔

"یہ تحفہ اتنا خاص تو نہیں ہے، لیکن ایک دوست کی حیثیت سے میں یہ دے رہا ہوں۔ میں چاہوں گا آپ اسے رکھ لیں۔" اما یا نے دیکھا اس کی آنکھوں میں خلوص تھا۔ اس نے وہ ڈبی تھام لی اور کھول کے دیکھی۔ اس میں سرخ پتھر والی انگوٹھی تھی۔ وہ خوبصورت تھی۔ اما یا مسکرا دی۔

"جب تمہارے منہ میں زبان ہی نہیں ہے تو بار بار کال بھی مت کرو۔" امل اتنی زور سے چیخنی کہ ان دونوں نے پوری آنکھیں کھول کے حیرت سے اسے دیکھا۔

"چلو یار اما یا چلتے ہیں۔" وہ اب اما یا کا ہاتھ پکڑے اسے لے جا رہی تھی۔ اس کا موڈ سخت خراب ہو چکا تھا۔ شہیر خاموشی سے انھیں جاتا دیکھے گیا۔ تب تک جب تک وہ منظر سے غائب نہیں ہو گئی۔

"میں چاہتا ہوں کہ میری آنکھیں تمہیں روز دیکھیں امایا۔" وہ زیر لب بول رہا تھا۔ اس وقت اس کی آنکھوں میں اگر کچھ تھا، تو وہ محبت تھی۔



اتوار کا دن، دوپہر تین بجے۔۔

اس وقت لاونج میں چار افراد موجود تھے۔ صوفے پہ بیٹھے آر ب اور زامیہ۔ ان کے ساتھ کھڑا یوسف اور سامنے ذرا فاصلے پر بیٹھا ہوا وہ انجان لڑکا۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہی میں کس طرح اپنی بات شروع کروں۔ مجھے تو بولتے ہوئے بھی شرمندگی ہو رہی ہے۔" گندمی رنگت والا وہ لڑکا کہہ رہا تھا۔

"ایسا بھی کیا ہو گیا بچے۔ تم نے ہمیں کہا کہ تمہیں ہماری بیٹی کے بارے میں بات کرنی ہے۔ اور اب کچھ بول نہیں رہے ہو۔" آر ب عام سے لہجے میں بولے۔ اس لڑکے نے جھکے چہرے کے ساتھ ہی کہنا شروع کیا۔

"انکل آپ محوش کو تو جانتے ہوں گے۔ امایا کی دوست۔ میں اس کا بھائی ہوں۔ امایا میرے لیے میری بہن جیسی ہے اور۔۔ اور اسی لیے میں یہاں آیا ہوں۔ تاکہ آپ امایا کو سمجھائیں۔" وہ اب ایک خاکی لفافے سے کچھ تصویریں نکال رہا تھا۔

"کیا مطلب۔۔ کیا سمجھائیں؟" اب انھیں کسی انہونی کا احساس ہونے لگا۔ اس لڑکے نے تصویروں کا رخ ان کی جانب کیا۔ وہ ایسا منظر تھا جسے دیکھ کر آر ب اور زامیہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

یوسف نے بے یقینی سے نفی میں سر ہلایا۔ وہ اس سب پر کبھی یقین نہیں کر سکتا تھا۔

اپنے کمرے میں موجود امایا سرمئی لباس پہنے بیٹھی کتاب پڑھنے میں غرق تھی۔ بالوں کو آدھا اونچی پونی میں باندھ رکھا تھا جن سے دو آوارہ لٹیں نکل کے چہرے پر جھول رہی تھیں۔ اچانک اسے فضا میں تناؤ بڑھتا محسوس ہوا۔ اسے گھٹن ہونے لگی۔ کتاب ایک طرف رکھ کر وہ باہر نکل آئی۔ سیڑھیاں اترتے ہوئے اس نے دیکھا وہاں کوئی اور بھی موجود تھا۔ سب سے عجیب بات یہ کہ وہاں خاموشی تھی، مکمل خاموشی۔ اور کیا تم جانتے ہو مکمل خاموشی کس بات کی علامت ہے؟ ایک غضب ناک طوفان کی۔

یوسف نے نظروں کا ارتکاز محسوس کیا تو پلٹ کر دیکھا۔ وہ گم سم سی اس ہی کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے نا محسوس انداز میں امایا کو واپس جانے کا اشارہ کیا۔ وہ سمجھ نہیں سکی یوسف ایسا کیوں کر رہا تھا۔ لیکن اگر وہ کہہ رہا تھا۔ تو اسے وہاں سے جانا ہی چاہیے تھا۔ وہ اٹے قدموں واپس چلی گئی۔ ٹھیک پانچ منٹ کے بعد اس کے کمرے کا دروازہ زوروں سے بجنے لگا۔ "باہر نکلو امایا۔ ابھی اسی وقت۔۔" وہ اس آواز کو پہچانتی تھی۔ لیکن وہ اس لہجے کو نہیں جانتی تھی۔ ایسی کونسی قیامت آگئی جو بابا مجھ سے یوں بات کر رہے ہیں۔ اس نے سوچتے ہوئے دروازہ کھولا۔ اس بات سے بے خبر کہ قیامت اس کے دروازے پہ آئی کھڑی تھی۔ آرب شاہ نے اس کا بازو پکڑ کے ایک جھٹکے سے اسے باہر لا کھڑا کیا۔ اب منظر کچھ یوں تھا کہ کوریڈور میں ایک طرف ڈری سہمی سی امایا اور اس کے سامنے وہ تینوں کھڑے تھے۔

"کیا کہنا چاہو گی تم اس بارے میں۔۔" وہ ایک تصویر اس کے سامنے لہراتے ہوئے پوچھنے لگے۔ امایا نے فٹ ہوتے چہرے کے ساتھ وہ تصویر دیکھی۔ اور پھر وہ سانس نہیں لے سکی۔ اس تصویر میں وہ

اور شہیر آمنے سامنے کھڑے تھے۔ یہ تصویر اس لمحے لی گئی تھی جب وہ امایا کو ایک مخملی ڈبی تھما رہا تھا۔ لیکن حیرانی کی بات یہ نہیں تھی۔ حیرانی کی بات وہ منظر تھا جو کسی نے بدل دیا تھا۔ وہ کسی باغ میں نہیں نائٹ کلب میں کھڑے تھے۔ اور پس منظر میں نظر آتے وہ مناظر۔۔۔۔۔ الامان۔ اس کی آنکھیں پتھرا گئیں۔ اسے اپنا سانس رکنا محسوس ہوا۔

"جھوٹ۔۔۔ یہ جھوٹ۔۔۔ ہے۔۔۔" اس نے بولنے کی کوشش کی۔ اور تبھی چٹاخ کی آواز سارے میں گونجی۔ وہ لمحہ قیامت تھا۔ اس لمحے گھر کی دیواریں گواہ بن گئیں کہ آج سید ہاؤس کی لاڈلی ترین شہزادی کو اس کے باپ نے تھپڑ دے مارا ہے۔ آج وہ شہزادی اپنا مقام کھو کر عرش سے فرش پہ جا گری ہے۔ وہ اپنے سرخ ہوتے گال پر ہاتھ رکھے بے یقینی کے عالم میں کھڑی اپنے باپ کو دیکھے گئی۔ یہ ایسے تو کبھی نہ تھے۔ پھر اس نے اپنی ماں کو دیکھا۔ وہ ایک بار پھر سانس نہیں لے سکی۔ آج ان آنکھوں میں نہ کوئی محبت تھی نہ بھروسہ نہ ہی کوئی فکر۔ اس نے یوسف کو دیکھا۔ وہ رخ موڑے مٹھیاں بھینچے کھڑا تھا۔ وہ اس سے نظریں نہیں ملا رہا تھا۔

"اب جب تک میں نہیں کہوں گا تم اس گھر سے باہر قدم نہیں رکھو گی۔ تمہاری پڑھائی اس گھر کی چار دیواری میں ہی ہوگی۔ بات سمجھ میں آئی یا نہیں۔۔۔" وہ آواز اتنی اونچی اور لہجہ ایسا قہر تھا کہ وہ سہم کے دو قدم پیچھے ہٹی۔ آرب خشمگین نظروں سے اسے دیکھ کر زامیہ کو لیے وہاں سے چل دیے۔ وہ کسی برف کے مجسمے کی طرح شل سی وہیں کھڑی رہی۔ اس کے سر میں درد کی لہر اٹھی۔ اور پھر درد کی ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ یہ پہلی بار تھا جب امایا کو ایسا شدید درد ہوا تھا۔ اس نے اپنا سر تھاما۔ پھر بالوں کو زور سے مٹھیوں میں جکڑا۔ درد برہتا جا رہا تھا۔ وہ اس قدر شدید ہونے لگا کہ وہ برداشت نہ کر

سکی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ وہ چکرا کے فرش پہ جا گری۔ گرنے کی اس آواز پر یوسف جیسے ہوش میں آیا تھا۔ اس نے پلٹ کر اپنی بہن کو دیکھا تو اس کے چہرے کے رنگ اڑھ گئے۔ وہ فوراً سے اس کے قریب آ بیٹھا اور اس کا سر اپنی گود میں رکھا۔

"آپا۔ آپا آنکھیں کھولیں۔ آپا پلیز۔ وہ صرف ناراض ہیں یا خود کو اتنا پریشان نا کریں۔ اٹھیں پلیز خود کو سنبھالیں۔" آنسو اس کے معصوم چہرے سے پھسلتے ہوئے امایا کے زرد پڑتے چہرے پر گرتے جا رہے تھے۔ کوئی اس آزاد شہزادی کو قید میں ڈال چکا تھا۔ یہ کسی کی کامیابی کا لمحہ تھا لیکن امایا کے لیے یہ وقتِ قفس کی ابتدا کا لمحہ تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

حالیہ دن:

اس شام آسمان پر چھائی خاموشی کو امایا نے اپنے اندر بھی محسوس کیا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں کاؤچ پر بیٹھی تھی۔ آنکھوں میں گہری اداسی لیے وہ قرآن پڑھنے میں محو تھی۔ حجاب کے ہالے میں اس کا خوبصورت چہرہ دل کو بھاتا تھا۔

"وَالضُّحَىٰ"۔ اس نے زیر لب پڑھنا شروع کیا۔ اور ان آیات کو خود میں اترتا محسوس کیا۔ وہ پڑھے گئی۔

"مَا وَدَّعَكَ رَبِّكَ وَمَا قَلَىٰ" (آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی وہ ناراض ہوا۔)

اس کے لبوں پر نرم سی مسکراہٹ رینگ گئی۔

"وَلَكِنَّ آخِرَةُ نَجْيٍ لَّكَ مِنْ أَلٍ أُولَ" (اور آخرت آپ کے لیے دنیا سے کہیں بہتر ہے۔)

اس نے آنکھیں بند کیں اور مسکراتے ہوئے گہری سانس لی۔ یوں جیسے آیت کو اندر تک پہنچایا ہو۔

"وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى" (اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔)

اس نے اپنے اندر سکون اترتا محسوس کیا۔ اب اس کی آنکھوں میں اداسی قدرے کم تھی۔ اس نے قرآن بند کر کے احتیاط سے دراز میں رکھا اور تبھی اس کے دروازے پر دستک ہوئی۔ یوسف اندر آتا دکھائی دیا۔ امایا نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔ پھر اسے کاؤچ پر بیٹھنے کا کہہ کر خود اس کے سامنے ذرا فاصلے پر بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"بولو یوسف۔ کیوں پریشان ہو؟" اس نے تحمل سے پوچھا۔

"یہ غلط ہو رہا ہے آپا۔" وہ دونوں ہاتھوں کو باہم پھنسائے سر جھکائے بول رہا تھا۔ امایا کو اس کی آواز گلوگیر لگی۔

"کیا غلط ہو رہا ہے؟" اس کی آواز میں اب بھی سکون تھا۔

"سب جانتے ہیں کہ حارب ایک ایسا لڑکا ہے جس کا ہر دن آوارہ گردی میں گزرتا ہے۔ ایسا لڑکا جو ہر ہفتے ایک الگ لڑکی کے ساتھ نظر آتا ہے اور جو ہر مہینے اپنے آوارہ دوستوں کے ساتھ کلب جاتا ہے۔ اور اس پر اٹاں کا یہ کہنا کہ آپ کو آپ کے جیسا شوہر ملے گا۔ یہ غلط ہے مایا۔ آپ اس جیسی نہیں ہیں۔" وہ افسوس سے کہہ رہا تھا پھر جب اس نے نظریں اٹھا کے امایا کو دیکھا تو ٹھٹکا۔

"آپ، آپ ہنس رہی ہیں۔۔۔ لیکن کیوں؟" اسے امایا کے ہنسنے کی وجہ سمجھ نہیں آئی۔

"تمہیں مجھ پر اتنا بھروسہ کیسے ہے یوسف؟" وہ اشتیاق سے پوچھنے لگی۔ اور پھر یوسف کو سمجھ آیا وہ کیوں مسکرا رہی تھی۔

"اتنے پیار سے نہ دیکھیں آپا۔ مجھے آپ کی اڑتی ہوئی جوتی کھانے کی عادت ہے لیکن اس پیار کی نہیں۔" وہ جھجکتے ہوئے بولا۔ امایا کھکھلا کر ہنس دی۔

"دیکھو یوسف مانا کہ یہ غلط ہو رہا ہے۔ اگر آج میرے ماں باپ سے مجھے تکلیف مل رہی ہے تو ایک وقت میں بہت محبت بھی تو ملی ہے ناں۔" وہ بول رہی تھی اور وہ بنا پلک جھپکے سن رہا تھا۔ "میں آخری وقت تک انتظار کروں گی یوسف۔ شاید کہ وہ مجھے سمجھ لیں۔" اس نے بات مکمل کی۔

"اور اگر وہ کبھی نہ سمجھ سکے؟" وہ مطمئن نہیں ہوا تھا۔

"تو پھر تمہاری بہن اپنی جنگ خود لڑے گی۔" وہ گردن کڑا کے بولی۔ یوسف مسکرا دیا۔

"کاش کے وہ سمجھ جائیں۔" اس نے امید سے کہا۔



جہاں جہاں نظر اٹھا کے دیکھو سبزہ ہی سبزہ تھا۔ وہ ایک وسیع، کشادہ اور سرسبز باغ تھا۔ موسم ایسا حسین تھا کہ بیان کرنے کو لفظ موجود نہیں۔ اب اگر تم اس باغ میں آنکھیں چھوٹی کر کے غور سے دیکھو تو تمہیں وہ نظر آئے گی۔ لمبی ٹخنوں تک آتی سفید فراک پہنے، بھورے لمبے بالوں کو کمر پہ پھیلائے وہ برہنہ قدموں سے نم گھاس پر چلتی چلی جا رہی تھی۔ ہوا کے مست جھونکوں سے جب اس کے بال اڑتے تو وہ کھکھلا کے ہنس دیتی۔ اس کی غزال آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔ ایک تازگی تھی جو روح میں اترتی جاتی۔ اور پھر اچانک، منظر بدلا۔

نیلے آسمان پر اب سیاہ بادلوں کا راج تھا۔ ہوائیں شور مچانے لگیں۔ امایا کو اس موسم سے خوف آنے لگا۔ اسی لمحے اس نے محسوس کیا کہ وہاں کوئی اور بھی موجود ہے۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہاں کچھ فاصلے پر کوئی سیاہ سوٹ پہنے پشت کیے کھڑا تھا۔ ناجانے وہ کون تھا۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی۔ اس نے آگے قدم بڑھائے کہ اس شخص کا چہرہ دیکھ سکے۔ اور پھر گرجتے سیاہ آسمان پر بجلی ایسی زور کی کڑکی کی وہ سہم کے دو قدم پیچھے ہٹی۔ وہ اب بھی پشت کیے کھڑا تھا۔ آسمان اب بارش برسانے لگا۔ ہلکی، تیز اور پھر دھواں دھار بوندیں برسنے لگیں۔ منظر دھندلا گیا۔ اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا۔ اور پھر وہ منظر بالکل غائب ہو گیا۔



خوشخبری رائلٹرز متوجہ ہوں

ہر لکھاری کا خواب ہوتا ہے کہ اس کی تحریر کتابی صورت میں بھی شائع ہو اور انکی کتاب بک شیلف کی زینت بنے۔ آپ بھی ایک لکھاری ہیں اور اپنی تحریر کو کتابی شکل میں لانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ ہم آپ کی تحریر کو بہت کم ٹائم اور بہت مناسب قیمت میں آپ کی خواہش کے مطابق بہت عمدہ اور معیاری کوالٹی میں کتابی صورت میں شائع کرنے میں آپ کی مدد کریں گے۔ مزید معلومات کے لئے نیچے دئے گئے ایڈریس پر ابھی رابطہ کریں۔

Prime Urdu Novels Publications

Whatsapp : 03335586927

Email : aatish2kx@gmail.com

وہ دونوں یونیورسٹی میں اپنی مخصوص جگہ پر ستونوں سے ٹیک لگائے بیٹھیں تھیں۔ "مجھے یہ بات سن کر بہت افسوس ہو رہا ہے مایا۔" اہل اب تک بے یقینی کی کیفیت میں تھی۔ وہ گندمی رنگت اور نہایت پرکشش نقوش کی مالک تھی۔ اس وقت وہ بالوں کی اونچی پونی بنائے سرمئی لباس میں موجود تھی۔

"سچ سچ بتاؤ امایا، کیا تم راضی ہو اس دو کوڑی کے لڑکے سے شادی کے لیے؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی پوچھ رہی تھی۔ امایا نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر ستون سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔ وہ اس وقت نیوی بلیو لباس پر سفید حجاب لیے ہوئے تھکی تھکی سی لگ رہی تھی۔

"امایا۔۔" کوئی جواب نہ آنے پر امل نے اسے پھر پکارا۔

"میں راضی نہیں ہوں۔ میں بس چاموشی سے انتظار کر رہی ہوں۔" اس کی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔ امل کا دل چاہا وہ اس سے پوچھے کہ وہ کس کا انتظار کر رہی ہے۔ لیکن پھر اس کے منہ سے کچھ نہ نکلا۔

سید ہاؤس کے گیٹ پر وہ سیاہ گاڑی آرکی تھی۔ ان دونوں میں سارے راستے کوئی بات نہیں ہوئی۔ وہ یونہی سارے راستے آنکھیں موندے ہوئے تھی۔ شاید اسے بخار ہو رہا تھا۔ گاڑی رکنے پر اس نے آنکھیں کھولیں تو اسے ایک بار پھر سر میں ٹیسیں اٹھتی محسوس ہوئیں۔ امایا کپٹی مسلتے ہوئے باہر نکلی۔ امل کو سر کے اشارے سے خدا حافظ کہا اور گھر کی جانب قدم بڑھائے۔ امل نے دیکھا یوسف گھر سے باہر نکل رہا تھا۔ اس نے امایا کے اندر جانے کا انتظار کیا پھر گاڑی سے اتر یوسف کے قریب چلی آئی۔

"یوسف سنو۔۔" وہ ٹھہر گیا۔

"امل آپی آپ۔۔۔ کیسی ہیں؟" وہ ہشاش بشاش سا چلتا ہوا آیا۔

"الحمد للہ ٹھیک ہوں۔ تم سے کچھ کام تھا مجھے۔" بغیر کسی تمہید کے اس نے بات شروع کی۔

"مجھ سے کام؟" اسے حیرت ہوئی۔

"امایا کس چیز کا انتظار کر رہی ہے۔ کیا تم جانتے ہو؟"

"اس بات کا کہ اماں اور بابا ان کو سمجھ جائیں۔" وہ تفکر سے بولا۔

"تم مجھے اس دن کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ جس دن کی وجہ سے تمہاری بہن دو سال اپنے ہی گھر قید میں رہی تھی۔" یوسف تذبذب سے اسے دیکھنے لگا۔

"لیکن آپ تو ان تصویروں کو دیکھ چکی ہیں۔ اب اور کیا جاننا ہے؟" وہ اس بارے میں اب کسی سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"کیا تم جانتے ہو کہ وہ کون تھا؟" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہی تھی۔

"میں نہیں جانتا آپ۔ اس نے اپنا نام نہیں بتایا۔ بس اتنا کہا کہ میں محوش کا بھائی ہوں اور امایا کو بھی بہن سمجھتا ہوں۔" وہ بول رہا تھا اور امل کے سنجیدہ چہرے پہ بے یقینی پھیلتی چلی جا رہی تھی۔ "بس پھر اس نے وہ تصویریں دکھائیں اور آگے آپ جانتی ہیں۔ اب کیا میں جاسکتا ہوں؟" وہ مزید نہیں بول سکتا تھا۔ امل نے خاموشی سے سر ہلا دیا۔ وہ چلا گیا۔

امل کو اپنی دھڑکن تیز ہوتی محسوس ہوئی۔ غم و غصے نے ایک ہی وقت میں اس پر حملہ کیا تھا۔ "یہ ناممکن ہے۔" وہ زور زور سے نفی میں سر ہلاتی گاڑی میں بیٹھی۔ "اس کا کوئی بھائی نہیں ہے۔ محوش اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد ہے۔ اوہ امایا، یہ کون ہے جو تمہیں یوں رسوا کر رہا ہے۔ آخر کون۔۔۔" اسے سمجھ نہیں آیا وہ کیا کرے۔ وہ کم از کم اس وقت امایا کو یہ سب نہیں بتا سکتی تھی۔ لیکن کوئی تھا جو مدد کر سکتا تھا۔ اس نے گاڑی سڑک پر دوڑائی۔ یہ طے تھا، وہ امایا کے لیے کچھ بھی کر سکتی تھی۔۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

باقی اگلے ماہ انشاء اللہ

